یہ دعوٰی کہ ہر وہ راوی ثقہ ہوگا جس سے بخاری و مسلم روایت کریں۔ تو بے شک وہ ان حضرات کے نزدیک ثقہ ہے لیکن اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر ائمہ کے نزدیک بھی وہ راوی ثقہ ہو۔ مثلاً عکرمہ مولیٰ ابن عباس، بخاری نے اس سے روایت لی ہے۔ لیکن امام سعید بن المسیب، امام محمد بن سیرین، ابن عون، حماد بن زید، علی بن عبداللہ بن عباس اور امام مالک فرماتے ہیں وہ کذاب ہے۔

یا مثلاً شریک بن عبداللہ المدنی سے مالک اور بخاری وغیرہ نے روایت لی ہے۔ لیکن مسلم کا دعوٰی ہے کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔ وہ روایت میں کبھی کمی کرتا ہے، کبھی زیادتی، کبھی واقعہ کو آگے کرتا ہے اور کبھی پیچھے۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ بڑے سے بڑا محدث بھی اگر کسی سے روایت کرتا ہے تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام ماہرین فن کے نزدیک بھی ثقہ ہو۔ اسی لئے یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ نہ معلوم کس جگہ روایت میں غلطی واقع ہوئی ہو۔ اور بعض اوقات غلطی کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن یہ معلوم کرنا دشوار ہوتا ہے کہ یہ غلطی کس سے واقع ہو رہی ہے۔

انہی وجوہات کو پیش نظر رکھتے ہوئے محدثین نے جہاں اصول روایت وضع کئے۔ وہاں اصول

درایت بھی وضع کئے۔ یعنی عقل سے کام لیتے ہوئے کن اصولوں کے ذریعہ روایت کو پرکھا جائے گا۔ ہم ذیل میں قارئین کے سامنے وہ اصول پیش کر رہے ہیں۔

موضوع حدیث کی معرفت کے اصول

شاہ عبدالعزیز دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ نے اپنے رسالہ "عجالۂ نافعہ" کے آخر میں وضع حدیث اور اس کے اسباب پر ایک مختصر سا مضمون قلم بند کیا ہے۔ جس کا ترجمہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام یہ معلوم کریں کہ محدثین کرام نے حدیث کی حیثیت معلوم کرنے کے لئے کیا کیا اصول وضع کئے۔ جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر روایت اور دام کہانی پر غور کرکے اس کی حقیقت معلوم کی جاسکتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

واضح ہے کہ حدیث کے موضوع اور راوی کے جھوٹے ہونے کی چند علامات ہیں۔

۱۔ راوی تاریخ مشہورہ کے خلاف روایت کرے۔ مثلاً ایسی روایت جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ حالانکہ حضرت عبداللہؓ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرما چکے تھے۔ یہ شعر بھی اسی نوعیت کا ہے ۔

در جمل چوں معاویہؓ بگریخت	خون خلقے بسے بہ بیہدہ ریخت

یعنی جنگ جمل میں جب معاویہ نے فرار اختیار کیا تو بہت سی مخلوق کا خون بے کار بہا۔ حالانکہ جنگ جمل میں امیر معاویہؓ یا ان کا کوئی ساتھی شریک نہ تھا۔ اس قسم کی من گھڑت روایتیں معمولی غور و فکر اور ذرا سی تاریخی جستجو سے پہچانی جاسکتی ہیں۔

۲۔ اگر راوی رافضی ہو اور وہ صحابہ پر طعن کے متعلق حدیث روایت کرے یا ناصبی ہو یعنی دشمن علیؓ اور وہ اہلبیت کے طعن کے سلسلہ میں حدیث روایت کرے۔ ایسی روایت موضوع ہوگی۔

۳۔ راوی ایسی حدیث روایت کرے۔ جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہو لیکن اس کے باوجود اس راوی کے علاوہ کوئی دوسرا روایت نہ کرتا ہو تو یہ حدیث کے موضوع ہونے اور

راوی کے جھوٹے ہونے کا قرینہ ہوگا۔

۴- وقت اور حالات ہی راوی کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہو، جیسے غیاث بن میمون کا واقعہ کہ وہ خلیفہ مہدی عباسی کی مجلس میں حاضر ہوا اور مہدی اس وقت کبوتر اڑا رہا تھا۔ غیاث نے یہ صورت دیکھ کر یہ حدیث بیان کی۔

لا سبق الا فی خف او نصل او حافر او جناح — گھڑ دوڑ، تیر اندازی، اونٹ دوڑانے اور پرندے اڑانے میں کوئی گناہ نہیں۔

اس غیاث بن میمون نے خلیفہ مہدی کو خوش کرنے کے لئے او جناح کا لفظ اپنی جانب سے بڑھا دیا۔ ورنہ حدیث رسول میں پرندوں کا کوئی ذکر نہ تھا۔

۵- روایت عقل و شریعت کے مقتضیٰ کے خلاف ہو۔ اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کرتے ہوں۔ جیسے قضائے عمری یا اسی قسم کی اور باتیں۔ یا جیسے یہ روایت

لا تأکلوا البطیخ حتی تذبحوها — تربوز ذبح کئے بغیر نہ کھاؤ۔

۶- ایسا حسی واقعہ ہو کہ اگر فی الواقع وہ پیش آتا تو سینکڑوں اور ہزاروں انسان اسے دیکھتے اور نقل کرتے۔ اس کے باوجود اس واقعہ کا تنہا صرف ایک راوی ہو۔ اور کوئی اسے روایت کرنے والا نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص یہ روایت کرے کہ آج بروز جمعہ خطیب مسجد کو برسر منبر قتل کرکے اس کی کھال اتار لی گئی۔ اور یہ واقعہ تمام نمازیوں کے سامنے پیش آیا۔ لیکن ایک شخص کے علاوہ کوئی شخص اسے بیان نہ کرتا ہو۔

یا جیسے حضرت علیؓ کے لئے سورج لوٹ آیا۔ یہ ایسا واقعہ ہے جسے ہزاروں کو نقل کرنا چاہئے تھا۔ لیکن اسماءؓ بنت عمیس کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

۷- روایت کے الفاظ اور معنی رکیک ہوں۔ مثلاً ایسے الفاظ سے روایت کرے جو بلحاظ قواعد عربیہ درست نہ ہوں۔ صوفیاء کی بیان کردہ اکثر روایات کا یہی حال ہے کہ ان کی عربی تک درست نہیں ہوتی۔ جو اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ روایت کسی عجمی نے وضع کی ہے۔ جیسے یہ مشہور روایت

لولاک لما خلقت الافلاک اس کی عربیت تک درست نہیں،

۸۔ صغیرہ گناہ سے ڈرانے کے لئے حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہو یا معمولی سے عمل پر حد سے زیادہ ثواب کا مستحق قرار دیا جائے۔ مثلاً

من صلی رکعتین فلہ سبعون الف	جو دو رکعتیں پڑھے گا۔ اس کیلئے ستر ہزار محل
دار وفی کل دار سبعون الف بیت	ہر محل میں ستر ہزار کمرے۔ ہر کمرے میں ستر ہزار
فی کل بیت سبعون الف سریر وعلی	تخت اور ہر تخت پر ستر ہزار لونڈیاں ہوں گی۔
کل سریر سبعون الف جاریۃ۔	

اس قسم کی حدیثیں خواہ ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے، انہیں جعلی اور موضوع سمجھنا چاہیے۔

اس قسم کی روایات "غنیۃ الطالبین" اور "احیاء العلوم" میں کافی تعداد میں دستیاب ہیں۔

۹۔ معمولی سے عمل پر حج و عمرہ وغیرہ کے ثواب کی امید دلانا۔

۱۰۔ نیک کام کرنے والوں کو یہ خوش خبری سنانا، اور ان سے یہ وعدہ کرنا کہ انہیں فلاں کام پر انبیاء علیہم السلام جیسا ثواب دیا جائے گا یا ستر انبیاء کا ثواب ملے گا یا اسی قسم کی اور بہت سی باتیں بیان کرنا۔

۱۱۔ راوی نے احادیث وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو۔ جس طرح صوفی نوح بن ابی عصمہ المتوفی ۱۷۳ھ نے اقرار کیا کہ اس نے قرآن کی ہر سورت کی فضیلت میں احادیث وضع کیں۔ اور انہیں رواج اور شہرت دی۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں ہر سورت کے آخر میں اس کے فضائل کو بیان کیا ہے۔

جب نوح بن ابی عصمہ کو پکڑا گیا اور اس سے سند کے سلسلے میں پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے اعتراف کیا کہ ان حدیثوں کے وضع کرنے سے میرا مقصد نیک تھا کیونکہ جب میں نے یہ دیکھا کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی تاریخ میں مشغول ہیں، تو لوگوں کو ترغیب دینے کی غرض سے میں نے یہ روایات وضع کیں، تاکہ لوگ قرآن کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ان فرضی ثوابوں کی تمنا میں تلاوت قرآن اور اس کے درس میں مشغول ہوں۔ حالانکہ اس کا یہ بہانہ "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف تھا کیونکہ فضائل قرآن کے سلسلہ میں جو صحیح احادیث پائی جاتی ہیں۔ ترغیب کے لئے وہی بہت کافی تھیں۔

اسی طرح تنباکو، حقہ نوشی اور قہوہ کی مذمت میں بہت سی روایات گھڑی گئیں۔ جن کے الفاظ اور معانی کی رکاکت ظاہر و آشکارا ہے (حالانکہ یہ چیزیں حضور کے صدیوں بعد وجود میں آئیں)

واضعین حدیث کچھ کم نہیں گزرے۔ جس طرح واضعین بکثرت ہیں اسی طرح وضع حدیث سے ان کی اغراض بھی مختلف ہیں۔ مثلاً فرقہ زنادقہ۔ ان کے پیش نظر شریعت کو باطل کرنا اور دین کا مذاق اڑانا تھا۔ چنانچہ ابن الراوندی (جو ایک یہودی کی اولاد تھا) اور اللہ کا منکر تھا اس نے اسلام کے رد میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ جسے بعد میں صوفیاء نے تصوف کا لبادہ پہنا دیا۔ اور اس کی کتابیں تصوف و معرفت کی کتابیں بن گئیں (اس نے یہ حدیث بھی وضع کی تھی۔

الباذنجان لما اکل لہ — بینگن ہر مرض کی شفا کے لئے کھایا جاتا ہے۔

اس روایت سے اس کی غرض شریعت کا مذاق اڑانا، اور اس حدیث

القرآن لما قرئ لہ — قرآن جس کام کے لئے پڑھا جائے

اور

ماء زمزم لما شرب لہ — آب زمزم جس کام کے لئے پیا جائے۔

کا مذاق اڑانا تھا۔

علماء کا قول ہے کہ زنادقہ کی وضع کردہ چودہ ہزار احادیث مشہور ہو چکی ہیں۔ یہ خواہشات کے بندے محض اپنے مذہب کی اعانت اور مخالف کے مذہب پر طعن کرنے کے لئے اس فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ رافضی، صوفیاء، اور کرامیہ تو اس عمل میں سب پر سبقت لے گئے۔ خارجی، زیدی اور معتزلہ تو پھر بھی اس امر قبیح کے اس قدر مرتکب نہیں ہوئے۔

اہل علم کی ایک جماعت جو علم حدیث سے مس نہ رکھتی تھی، اس نے جب یہ دیکھا کہ محدثین کو نہایت قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ تو ان کے دل میں محدث بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس لئے انہوں نے احادیث وضع کرنی شروع کیں۔ تاکہ ہلدی لگے نہ پھٹکڑی، اور رنگ چوکھا آئے۔ جیسے ابو البختری وہب بن القاص، سلیمان بن عمرو، حسین بن

علوان اور محاق بن نجیح وغیرہ۔ اس جماعت کے بیشتر علماء وعظ ونصیحت میں مشغول رہے اور حالات زمانہ کے مطابق اپنا پیشہ وعظ۔ لوگوں کی بیٹھکوں میں حدیثیں ڈھالتے رہے۔ اور اتفاق سے یہ سب کے سب متقی اور شب بیدار لوگ تھے۔ آج کل کے علماء کی کثرت اسی صف میں داخل ہے)

ایک اور فرقہ جو زہد و عبادت اور دیانت میں مشہور تھا انھوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آنحضرت سے کوئی بات سنی تو انھوں نے اپنے خواب پر یقین کرتے ہوئے اس بات کو مبہم روایت کر دیا اور خواب کا ذکر ترک کر دیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ واقعتاً یہ حدیث ظاہر سند کے ذریعے ان تک پہنچی ہے۔ چنانچہ صوفی ابو عبد الرحمن سلمی (جو صوفیاء میں بہت بڑے مصنف مانے جاتے ہیں) اور دوسرے صوفیاء کو جو حدیث کا ذوق نہ رکھتے تھے۔ اسی عیب سے متہم کیا گیا ہے۔ اور ان کی روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔

دوسرا فرقہ خلفاء، سلاطین اور امراء کے ان مصاحبین کا ہے جنھوں نے محض ان کی دلجوئی کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا (جیسا کہ موجودہ دور کے علماء سیاست کو ہر ناجائز کو جائز بناتے جا رہے ہیں)

ایک گروہ نے بلا ارادہ بھی احادیث وضع کیں جس کی صورت یہ ہوئی کہ انھوں نے کسی تجربہ کار شخص یا کسی صوفی یا حکماء سابقین میں سے کسی کا کوئی کلام سنا۔ اور پھر اپنی غفلت اور بھول سے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا۔ یہ سوچتے ہوئے کہ ایسی حکمت کی بات سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اس فرقہ کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ بیشتر عوام اسی مرض میں مبتلا ہیں۔

اس رسالہ میں جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ بطور نمونہ کافی ہے۔ ورنہ ان مطالب کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اس علم کی ضروریات ہر طرف اور ہر جگہ پائی جاتی ہیں لیکن صحیح و ضعیف میں تمیز ذہن کی استقامت، طبیعت کی سلامتی اور غلطی کی طرف مائل نہ ہونا۔ اور ادنیٰ سی تنبیہ سے راہ صواب اختیار کرنا ایک بڑی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو ان امور سے بہرہ مند فرمائے۔ ورنہ علم اور مواد علم تو بہت سے۔

لیکن جو چیزیں کتاب میں ہیں وہ یہی امور ہیں۔

یہ تو شاہ عبد العزیزؒ کا بیان ہے جو ہم نے بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ شاہ صاحب نے موضوع حدیث کو پہچاننے کے لئے صرف گیارہ اصول بیان فرمائے ہیں لیکن امام ابن الجوزی، حافظ ابن القیم، حافظ سخاوی اور جزری وغیرہ نے بہت سے اصول تحریر کئے ہیں۔ جن کو ملا علی قاری نے اپنی موضوعات میں نقل کیا ہے۔ ہم وہ ایک فہرست کی شکل میں قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جس روایت میں اس قسم کے مضامین ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بعید ہوں۔ مثلاً ستر ہزار حوریں، ستر ہزار خادم اور ستر ہزار دار وغیرہ یا اسی قسم کی مہمل تعداد کا ذکر ہو۔ (جیسا کہ "غنیۃ" اور "احیاء العلوم" میں پایا جاتا ہے۔

۲۔ روایت حس اور تجربہ کے خلاف ہو۔ مثلاً بینگن ہر بیماری کی شفا ہے حالانکہ اگر کسی کے بخار میں کھلایا جائے تو مالیخولیا ہو جائے گا۔ ویسے بھی از روئے حکمت نہایت ردی غذا ہے۔

۳۔ لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے کے لئے کوئی محال بات بیان کی جائے۔ مثلاً "چاول اگر انسان ہوتا تو نہایت بردبار ہوتا۔"

۴۔ معمولی سے عمل پر بہت بڑے اجر کا وعدہ ہو۔ جیسے صلاۃ الرغائب یا شب برات کی نماز

۵۔ چھوٹے سے گناہ پر بڑے عذاب کی وعید ہو۔

۶۔ نگینوں کی فضیلت کا بیان ہو۔

۷۔ مختلف پھولوں کی فضیلت ہو۔ مثلاً گلاب حضور کے پسینے سے پیدا ہوا۔ (حالانکہ گلاب کا وجود حضور سے قبل بھی تھا)

۸۔ کبوتر یا مرغیاں پالنے کی فضیلت ہو۔

۹۔ بیری کے درخت کے سلسلہ میں جتنی روایات ہیں سب موضوع ہیں۔

۱۰۔ مہندی کی فضیلت کا ذکر ہو۔

۱۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حمام میں جانے یا نورہ لگانے کا ذکر ہو۔

۱۲۔ روایت صریح سنت کے خلاف ہو۔ مثلاً جس کا نام محمد یا احمد ہوگا۔ وہ جہنم میں نہ جائیگا۔

۱۳۔ روایت صریح قرآن کے خلاف ہو۔ مثلاً اُم ہانی کے گھر سے معراج۔

۱۴۔ عقل صریح کے خلاف ہو۔

۱۵۔ جس حدیث میں حضرت عائشہؓ کو حمیرا کے لقب سے مخاطب کیا گیا ہو۔

۱۶۔ جس حدیث میں یا علیؓ کے لفظ سے خاص حضرت علیؓ کو مخاطب کیا گیا ہو۔ بجز ایک حدیث یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ اے علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔

۱۷۔ ایسا کلام ہو جو انبیاء کرام کے کلام سے مشابہ نہ ہو۔

۱۸۔ ایسا واقعہ ہو جسے ہزاروں کو بیان کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن ایک شخص کے علاوہ کوئی روایت نہ کرے جیسے حضرت علیؓ کے لئے سورج کا لوٹنا۔

۱۹۔ ایسی حدیث ہو جس سے کسی شے کی فرضیت یا اہمیت ثابت ہوتی ہو۔ لیکن ایک شخص کے علاوہ کوئی روایت نہ کرتا ہو۔

۲۰۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے کسی سن یا تاریخ معینہ کا ذکر ہو۔

۲۱۔ مکہ و مدینہ کے علاوہ کسی اور شہر کی فضیلت ہو۔ مثلاً۔ قزوین، عسقلان اور قیروان وغیرہ اس قسم کی موضوعات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

۲۲۔ مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد قبا کے علاوہ کسی اور مسجد کی فضیلت کا ذکر ہو مثلاً مسجد ابراہیمی، مسجد طور، یا مسجد قبلتین وغیرہ۔

۲۳۔ کسی زیارت گاہ یا مقبرہ کا بیان ہو۔

۲۴۔ حدیث میں حکمت کا کوئی اصول بیان کیا گیا ہو۔

۲۵۔ خضر و الیاس کی حیات یا ان سے کسی کی ملاقات کا ذکر ہو۔

۲۶۔ ہر مہینہ کی نوافل کا ذکر ہو۔ یہ نوافل "احیاء العلوم" "غنیۃ الطالبین" اور "بہار شریعت" وغیرہ

ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷۔ رجب یا اس کے روزوں کی فضیلت ہو۔ جیسے لکھی روزہ۔

۲۸۔ رجب میں مخصوص نمازوں کا ذکر ہو۔ جیسے صلوۃ الرغائب۔

۲۹۔ شب برات کی مخصوص نمازوں کا بیان ہو۔

۳۰۔ الفاظ رکیک اور عربیت سے گرے ہوئے ہوں۔

۳۱۔ حبشہ، سودان یا ترکوں کی مذمت ہو۔

۳۲۔ قیامت کے بارے میں کسی معینہ صدی کا ذکر ہو (جیسے چودھویں یا پندرھویں صدی)

۳۳۔ دنوں کی نحوست کا ذکر ہو (مثلاً منگل یا بدھ منحوس دن ہیں)

۳۴۔ خصیوں کی مذمت ہو۔

۳۵۔ حضور کے مقبرہ یا اس کی زیارت کی فضیلت ہو۔

۳۶۔ دیگر قرائن سے روایت کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہو۔

۳۷۔ اولاد کی پرورش کی مذمت ہو۔

۳۸۔ عقیق یا کسی اور پتھر کی فضیلت یا اس کے اثرات کا بیان ہو۔

۳۹۔ جنات سے جنگ کا بیان ہو۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کا بدر کے کنویں میں جنات سے جنگ کرنا

۴۰۔ حضور کی پیدائش کا حال ہو۔

۴۱۔ ہر ہر سورت کی فضیلت کا جداگانہ ذکر ہو۔

۴۲۔ چاروں آئمہ میں سے نام بنام کسی کی فضیلت یا کسی کی مذمت ہو۔

۴۳۔ صحابہ کرام یا ان میں سے کسی کی مذمت ہو۔

۴۴۔ کنوارپن کی تعریف ہو۔

۴۵۔ ولد حرام کی مذمت ہو۔ (حالانکہ اس بے چارے کا کیا قصور)

۴۶۔ خرقہ پوشی کا ذکر ہو۔

۴۷۔ حضرت علیؓ کے علم باطن کا ذکر ہو۔

۴۸۔ راوی خارجی یا ناصبی ہو اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی مذمت کا ذکر کر رہا ہو۔

۴۹۔ راوی رافضی ہو اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی فضیلت میں روایت بیان کر رہا ہو یا ایسی روایت ہو جس میں کسی صحابی یا متعدد صحابہ کی مذمت ہو۔

۵۰۔ بدعتی ہو، اور اپنی بدعت کی تائید میں حدیث روایت کر رہا ہو۔

۵۱۔ راوی قصہ گو واعظ ہو۔

۵۲۔ جس تاریخ کا واقعہ بیان کر رہا ہے۔ اور اس واقعہ میں جس شخص کی موجودگی کو بیان کر رہا ہے۔ وہ اس وقوعہ کے پیش آنے سے قبل مر چکا ہو۔

۵۳۔ راوی کذاب یا متہم بالکذب ہو۔

۵۴۔ راوی زندیق، بے دین یا فاسق ہو۔

۵۵۔ راوی منکر روایات بیان کرتا ہو۔

۵۶۔ راوی کی عام روایات ثقہ راویوں کے خلاف ہوں۔

۵۷۔ قیامت کے روز سادات یا کسی خاندان کی بخشش کا ذکر ہو۔

۵۸۔ قیامت کے روز ماؤں کی جانب منسوب ہونے کا بیان ہو۔

۵۹۔ غلہ یا کسی دال کی تعریف ہو۔ (مثلاً مسور کی دال)

۶۰۔ بنو عباس کی خلافت کا بیان ہو۔

۶۱۔ بنو امیہ کی مذمت ہو۔

۶۲۔ امیر معاویہؓ کی مذمت ہو۔

۶۳۔ بنو عباس کے جنتی ہونے کا بیان ہو۔

۶۴۔ واقعہ تاریخ مشہورہ کے خلاف ہو۔

۶۵۔ کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس سے روایت کا جھوٹا ہونا معلوم ہوتا ہو۔

۶۴،۶۵۔ عقل، عاد، نمرود اور عوج بن عنق کے طول قد و قامت کا بیان ہو۔

۶۶۔ بعض شہروں کی تعریف ہو۔ جیسے طور سینا وغیرہ۔ (غلبہ میں پہاڑوں کی فضیلت میں پورا ایک باب ہے)

۶۷۔ حضور کے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے یا جنتی ہونے کا ذکر ہو۔

۶۸۔ حضور کے والدین یا ابوطالب کے ایمان لانے کا ذکر ہو۔

۶۹۔ شمس کی تعریف ہو۔

۷۰۔ جس روایت میں ظلم و فساد اور باطل کی تعریف اور حق گوئی کی مذمت کا ذکر ہو۔

۷۱۔ صلوٰۃ الاوابین کی فضیلت ہو۔

۷۲۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت ہو۔

حافظ ابن القیم اور دیگر محدثین نے مختلف مقامات پر کچھ اور بھی اصول بیان کئے ہیں جو پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت اسحاقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کا ذکر ہو۔

۲۔ ابدال و اقطاب اور اولیاء کا بیان ہو۔

۳۔ دعا یا وسیلہ کا ذکر ہو۔

۴۔ حضرت علیؓ کی خلافت و امامت یا ولایت کا ذکر ہو۔

۵۔ اختلاف صحابہ کے وقت حضرت علیؓ کے حق پر ہونے کا ذکر ہو۔

۶۔ ازواج مطہرات میں سے کسی کی مذمت ہو۔ مثلاً حضرت عائشہؓ کے بارے میں حوأب کے کتوں کا ذکر۔

۷۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کا ذکر ہو۔

۸۔ آمین بالجہر کی تمام روایات موضوع یا منکر ہیں۔

۹۔ بسم اللہ بالجہر کی کوئی روایت صحیح نہیں۔

۱۰۔ حوض کوثر پر کسی صحابی یا کسی ولی کے ساقی ہونے کا ذکر ہو۔

۱۱۔ قیامت کے دن کسی شخص کے سایہ کا ذکر ہو۔

۱۲۔ اسم اعظم کے ذریعہ حصول دنیا کا ذکر ہو۔

۱۳۔ آصف بن برخیا کا ذکر ہو۔

۱۴۔ شداد کی جنت کا بیان ہو۔

۱۵۔ زین العابدین باقرؒ اور جعفرؒ کی فضیلت ہو۔

۱۶۔ واقعہ روایت مشہورہ یا متواترہ کے خلاف ہو۔

۱۷۔ ایسی روایت ہو جس پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا عمل نہ رہا ہو خواہ اسکے راوی ثقہ ہوں۔

۱۸۔ تصوف کا ذکر ہو۔

۱۹۔ کیمیا گری کا ذکر ہو۔

۲۰۔ فقر و فاقہ کی فضیلت ہو۔

۲۱۔ حضرت علیؓ کے باب العلم ہونے کا ذکر۔

۲۲۔ حضرت علیؓ کے لئے خلافت کی وصیت کا ذکر ہو۔

۲۳۔ سب سے پہلے عقل کو پیدا کرنے کی جتنی روایات ہیں سب موضوع ہیں۔

۲۴۔ سب سے پہلے حضورؐ کے پیدا کرنے کی جتنی روایات ہیں سب موضوع ہیں۔

۲۵۔ نور الٰہی سے کسی انسان کی تخلیق کا ذکر ہو۔ یقیناً وہ روایت موضوع ہے۔

۲۶۔ پنج تن سے متعلقہ جتنی روایات ہیں سب موضوع ہیں۔

یہ نشانات اصول ہیں جو ہم نے قارئین کی خدمت میں اس لئے پیش کئے ہیں تاکہ ان اصولوں کے ذریعہ سنی سنائی کہانیوں کا فیصلہ خود بخود کر لیا کریں۔ اس طرح انہیں بہت سی الجھنوں سے نجات مل جائے گی۔